ڈاکٹر محمد افتخار کھوکر *

فرقہ وارانہ ہم آہنگی میں دینی صحافت کا کردار

اردو زبان میں استعمال ہونے والا لفظ ''صحافت'' انگریزی لفظ Journalism جرنلزم کا مترادف ہے جبکہ عربی زبان میں صحافت کا لفظ صحیفہ سے ماخوذ ہے۔

''صحیفہ کے لغوی معنی وہ چیز ہے جس پر لکھا جاسکے۔ اسی مناسبت سے ورق کی ایک جانب یعنی صفحہ کو بھی صحیفہ کہتے ہیں۔ جدید عربی میں صحیفہ بمعنی جریدہ اور اخبار بھی مستعمل ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ نامہ اعمال' خط یا مکتوب' حکم یا فرمان' کتب سماویہ' سچے رسولوں پر نازل کی جانے والی کتابوں اور احکام وہدایت کیلئے بھی یہی لفظ استعمال ہوا ہے۔''(۱)

''صحیفہ سے مراد کتاب' رسالہ' لکھا ہوا' اخبار' کتابچہ اور وہ چھوٹی چھوٹی کتابیں جو اللہ تعالیٰ نے بعض پیغمبروں پر نازل فرمائیں۔''(۲)

صحافت کی ایک معروف کتاب Exploring Journalism کے مصنفین' رولینڈ ای اولز لے اور لارنس آر کیمپ بیل نے صحافت کی مختصر مگر جامع تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

"Journalism is the system and reliable dissemination of public information, public opinion and public entertainment by modern mass media of communication."

ترجمہ: صحافت جدید وسائل ابلاغ کے ذریعے عوامی معلومات' رائے عامہ اور عوامی تفریحات کی باضابطہ اور مستند اشاعت کا فریضہ ادا کرتی ہے''(۳)

اللہ تعالیٰ نے جب انسان کی تخلیق کے بعد اولادِ آدم کو زمین پر بسایا تو اس کی ہدایت ورہنمائی کیلئے خالق کائنات نے اپنے نیک اور برگزیدہ بندوں کو پیامبر بنا کر بھیجا اور انسانیت کی فلاح وکامرانی کے لئے الہامی تعلیمات پر مبنی صحیفے نازل فرمائے۔ قرآن مجید میں لفظ ''صحیفہ'' آٹھ مقامات پر آیا ہے۔

۱۔ وقالوا لولا یاتینا بایۃ من ربہ ط اولم تاتھم بینۃ مافی الصحف الاولیٰ O

ترجمہ: وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص اپنے رب کی طرف سے کوئی نشانی یا معجزہ کیوں نہیں لایا اور کیا ان کے پاس اگلے

---

* اسسٹنٹ پروفیسر' بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

صحیفوں کی تعلیمات کا بیان واضح نہیں آ گیا۔(۴)

۲۔ ام لم ینبا بما فی صحف موسیٰ O

ترجمہ: کیا اسے ان باتوں کی کوئی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ (علیہ السلام) کے صحیفوں میں ہے۔(۵)

۳۔ بل یرید کل امریٔ منھم ان یوتی صحفاً منشرۃO

ترجمہ: بلکہ ان میں سے تو ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ اس کے نام کھلے خط بھیجے جائیں۔(۶)

۴۔ کلا انھا تذکرۃ O فمن شآء ذکرۃ O فی صحف مکرمۃ O مرفوعۃ مطھرۃOبایدی سفرۃ Oکرام بررۃ O

ترجمہ: ہرگز نہیں، یہ تو ایک نصیحت ہے جس کا جی چاہے اسے قبول کرے۔ یہ ایسے صحیفوں میں درج ہے جو مکرم ہیں، بلند ہیں، پاکیزہ ہیں معزز اور نیک کاتبوں کے ہاتھوں میں رہتے ہیں۔(۷)

۵۔ واذا الصحف نشرت O

ترجمہ: اور جب اعمال نامے کھولے جائیں گے۔(۸)

۶۔ ان ھذا لفی الصحف الاولیٰ O

ترجمہ: یہی بات پہلے آئے ہوئے صحیفوں میں بھی کہی گئی تھی۔(۹)

۷۔ صحف ابراھیم و موسیٰ O

ترجمہ: ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحیفوں میں۔(۱۰)

۸۔ رسول من اللہ یتلوا صحفاً مطھرۃO

ترجمہ: اللہ کی طرف سے ایک رسول، جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے۔(۱۱)

قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ انسان کی تخلیق کے ساتھ ہی اس کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے ہر دور میں آسمانی صحیفے نازل کئے جاتے رہے۔ قرآن مجید آخری الہامی کتاب ہے جس میں کئی جگہ قلم کا ذکر موجود ہے۔ بطور مثال صرف دو سورتوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

۱۔ ن والقلم وما یسطرون O

ترجمہ: ن قسم ہے قلم اور اس چیز کی، جسے لکھنے والے لکھ رہے ہیں۔(۱۲)

۲۔ اقراء وربک الاکرامO الذی علم بالقلم O

ترجمہ: پڑھو! تمہارا رب بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔(۱۳)

قرآن مجید میں جن پیغمبروں کا ذکر آیا ہے ان میں حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق عربی روایت ہے کہ ''فن تحریر اور خیاطی کے موجد وہی تھے''۔(۱۴)

حضرت ایوب علیہ السلام مقام ''عوض'' میں رہتے تھے جو کلدانیوں کی سرزمین (ارض بابل) اور اہل سبا کے ملک یمن کے درمیان واقع تھی۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے ایک موقع پر فرمایا:

''ہے کوئی جو لائے اپنا قلم اور لوگ لکھ لیں میرا کلام ہے کوئی جو لائے ایک دفتر' اور لوگ قلمبند کرلیں لوہے کی قلم سے سیسہ کے پتھر پر ہمیشہ کے کئے کندہ کرلیں۔''(۱۵)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پتھر کی تختیوں پر کندہ احکام شریعت عطا کئے جانے کا تذکرہ قرآن مجید میں اس طرح کیا گیا ہے۔

''پچھلی نسلوں کو ہلاک کرکے ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو (پتھر کی تختیوں پر کندہ) کتاب عطا کی۔ لوگوں کے لئے بصیرتوں کا سامان بنا کر' ہدایت اور رحمت بنا کر' تاکہ لوگ سبق حاصل کریں۔''(۱۶)

مولانا ابوالجلال ندوی کے مطابق:

''موئن جوڈرو اور ہڑپہ کی مہروں کے دریافت ہونے سے پہلے تک پاک و ہند میں پائے جانے والے قدیم نوشتوں کی قدامت ۲۵۰ قبل مسیح متعین کی جاتی تھی۔ ہڑپہ کی مکتوب مہریں ایک ہزار سال قبل مسیح سے پہلے زمین میں دفن ہوگئی تھیں۔ ان کے وجود کا علم بیسویں صدی کے ابتداء تک کسی کو نہ تھا۔ عرب کے دیار میں جو تحریریں ملی ہیں ان کی قدامت ۱۸۰۰ برس قبل مسیح تک پہنچی ہے۔ یونان میں ایک ہزار برس قبل مسیح تحریر کا فن رائج ہوا۔ مصر کی تحریروں کی قدامت ساڑھے تین ہزار سال قبل مسیح تک پہنچی ہے۔''(۱۷)

انور علی دہلوی کی تحقیق کے مطابق:

''پرانے وقتوں کے کتبے اور ستون' جن کا حال ہی میں پتہ چلا ہے۔ خبر رسانی کی تاریخ کی گمشدہ کڑیاں ہیں۔ اس زمانہ میں ستونوں اور چٹانوں پر عبارتیں کندہ کرکے سرکاری قوانین' مذہبی احکام اور اخلاقی اصول لوگوں تک پہنچائے جاتے تھے۔ آگے چل کر ستونوں کی جگہ تانبے کی چادروں نے لے لی۔ جن پر عبارتیں درج کی جاتی تھیں جن کے پڑھنے سے اس وقت کے معاشرتی اور اقتصادی حالات کے بعض اہم پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ چٹانوں اور ستونوں پر عبارتیں کندہ کرنے کی مثالیں ہمیں دوسرے ملکوں کی تاریخ میں بھی ملتی ہیں۔ مثلاً بابل و نینوا کے شہروں میں بھی چٹانوں پر عبارتیں کندہ کی جاتی تھیں۔ اسی طرح کا ایک قدیم پتھر کا کتبہ القدس (بیت المقدس) کے جنوب مشرق سرے کی ایک پہاڑی پر ملا ہے اس کی زبان انجیلی عبرانی ہے اور کم و بیش سات سو سال قبل مسیح کا ہے۔(۱۸)

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے کوئی ۱۵۷ سال پہلے رومن راج میں روزانہ ایک قلمی خبرنامہ جاری کیا جاتا تھا۔ جس میں سرکاری اطلاعات اور میدان جنگ کی خبریں بھی ہوتی تھی۔ اس قلمی خبرنامے کو 'اک ٹا ڈیوری' کہتے تھے یہ لاطینی زبان کا لفظ تھا جو Acta اور Durna سے مرکب ہے۔ اول الذکر کے معنی کاروائی اور موخرالذکر کے معنی ہیں ''روزانہ''۔(۱۹)

انسانیت کی ہدایت و رہنمائی کے لئے آخری صحیفے قرآن مجید کے نزول کا آغاز نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ پر ہوا تو آپؐ نے تدریج کے ساتھ نازل ہونے والے پیغامات ربانی کو قلمبند کروانے کا اہتمام فرمایا۔ اصحاب رسولؐ میں سے جو لکھنا جانتے تھے۔ انہوں نے اہتمام کے ساتھ کلام ربانی کو ضبط تحریر میں لانے کا سلسلہ شروع کیا۔

''تاریخ عالم کی پہلی اسلامی ریاست مدینہ منورہ میں وجود میں آئی تو اس وقت اطلاعات و اخبارات کا باقاعدہ نظام موجود نہیں تھا۔ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں اس سلسلہ میں کچھ پیش رفت ہوئی' لیکن نظام مراسلت کا باقاعدہ آغاز کاتب وحی حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں ہوا۔ خلیفہ عبدالمالک کے دور اقتدار میں نظام البرید کو زیادہ بہتر انداز میں منظم کیا گیا۔ خلافت عباسیہ کے معروف حکمران خلیفہ ہارون الرشید نے ایرانی النسل وزیر یحییٰ کی مدد سے خبر رسانی کے نظام کو جدید خطوط پر استوار کیا۔ جس کے نتیجے میں سلطنت عباسیہ کو مضبوط و مستحکم کرنے میں خاص مدد ملی۔ (۴۰)

برصغیر پاک و ہند میں خبر رسانی کے تاریخی ارتقاء کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ:

اشوک کے عہد سے لے کر مغلوں کے دور تک خبروں کی ترسیل و اشاعت کا محدود پیمانے پر کوئی نہ کوئی نظام ہمیشہ موجود رہا جو ہر زمانے میں فرمانرواؤں کو ملک کے حالات اور رعایا کے خیالات سے باخبر رکھنے کی خدمت انجام دیتا تھا۔ ہر دور کے ہندوستانی حکمرانوں نے خبر رسانی کے نظام کی ضرورت کو محسوس کیا' مغلوں نے خبر رسانی کو اعلیٰ پیمانے پر منظم کیا۔ اس مقصد کے لئے وقائع نگار' سوانح نگار' خفیہ نویس اور ہرکارے متعین کئے جو سلطنت ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے تھے (۴۱)

انور دہلوی کے مطابق

''شیر شاہ سوری کے عہد میں تو خبر رسانی کا ایسا نظام قائم تھا کہ اس کی مثال اس سے پیشتر کہیں نہیں ملتی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہندوستانی بادشاہوں نے خبر رسانی کی اہمیت کو اس حد تک محسوس کر لیا تھا کہ ہر ضلع میں ایک اخبار نویس ضرور ہوا کرتا تھا۔ جو اپنے علاقے کی خبریں بادشاہ اور اس کے وزیروں کو بھیجا کرتا تھا۔''(۴۲)

مغلوں کے دور حکومت میں اخبار نویسی کے حوالے سے ابوالفضل نے ''آئین اکبری'' میں لکھا ہے:

''واقعات سلطنت کو قلمبند کرنا نہ صرف مملکت کی ترقی اور انتظام کے لئے ضروری ہے بلکہ ہر طبقہ اور ہر مجلس کی رونق بحال رکھنے کے لئے بھی ضروری ہے۔ اگرچہ قدیم زمانے میں بھی اس طرح کا پتہ چلتا ہے۔ مگر اس کی اصلیت سے اہل زمانہ کو اس عہد مبارک (مغلیہ دور حکومت) میں آگاہی ہوئی۔ (۴۳)

ہندوستان کے ایک مورخ جادو ناتھ سرکار نے مغلوں کے عہد میں خبر رسانی کے انتظام کا سلسلہ میں اپنی کتاب ''مغل ایڈمنسٹریشن'' میں لکھا ہے کہ

''مرکزی حکومت کو جن ذرائع سے خبریں حاصل ہوتی تھیں۔ وہ قائع نگار' سوانح نگار اور خفیہ نویس و

ہرکارے تھے۔ ہرکارے کے علاوہ باقی تینوں خبریں لکھ کر بھیجتے تھے جبکہ ہرکارہ زبانی خبریں سناتا تھا۔ وقائع نویس اور سوانح نگار میں فرق صرف یہ تھا کہ وقائع نویس زیادہ پابندی کے ساتھ خبروں کی اطلاع دیا کرتا تھا اور سوانح نگار کا کام خاص اور اہم واقعات کی اطلاعات دینا تھا۔"(۲۴)

دنیا میں مطبوعہ صحافت کا آغاز اور ارتقاء کب اور کہاں سے ہوا اس کے متعلق شعبہ البلاغیات کے ماہر ڈاکٹر عبدالسلام خورشید کی تحقیق یہ ہے کہ:

"اصل معنوں میں دنیا کا پہلا اخبار "ٹی پاؤ" (محل کی خبریں) تھا۔ جو اب سے ایک ہزار سال پہلے چین سے نکلا۔ اور ۱۹۱۱ء تک "پیکن گزٹ" کے نام سے جاری رہا۔ گویا کاغذ کی ایجاد طباعت کی ایجاد اور سب سے پہلے اخبار کے اجراء کا سہرا چین کے سر ہے۔"(۲۵)

مطبوعہ صحافت کا مغربی دنیا میں آغاز و اجراء کب ہوا اس کا متعلق سید اقبال قادری کی رائے یہ ہے کہ:

"مغربی ممالک جہاں صنعتی انقلاب کے نتیجہ میں دوسری مختلف قسم کی مشینیں بننے لگیں تو اس کے ساتھ ہی طباعت کی مشینیں بھی تیار ہونے لگیں۔ جس سے فن طباعت کو صحیح معنوں میں فروغ حاصل ہوا۔ ۱۴۵۵ء میں گٹن برگ نے طباعت کا آغاز سب سے پہلے انجیل چھاپ کر کیا۔ اس کے لئے دیدہ زیب کتابت کے بلاک بنوائے گئے اس کے بعد ٹائپ ایجاد ہوا۔ جس سے طباعت میں مزید سہولت ہوگئی۔ ۱۴۷۰ء میں "جیمس سین" نے رومن ٹائپ تیار کئے۔ انگلستان میں ولیم کاکسٹن نے ایجاد شدہ ٹائپ میں مزید خوبصورتی پیدا کیا۔ جس کے نتیجہ میں مطبوعہ کتابیں زیادہ آسانی سے پڑھی جانے لگیں۔ اس کے بعد ایک اطالوی گیام باطستہ بودونی نے مزید بہتر ٹائپ ایجاد کئے۔ دستی پریس کے طویل دور کے بعد ۱۸۱۱ء کو سٹیم انجن کی ایجاد ہوئی تو چھپائی کی مشینیں بھی بھاپ کی مدد سے کام کرنے لگیں۔ جس کے نتیجہ میں چھپائی کی رفتار کئی گنا بڑھ گئی۔"(۲۶)

ٹائپ کی طرز طباعت میں حروف کی پوری عبارت تیار کی جاتی تھی اور اس کے طباعت بھی چھوٹے سائز کے صفحہ پر ہوتی تھی۔ اس لئے طباعت کے میدان میں تجربات کا سلسلہ جاری رہا۔ انہی تجربات کے نتیجہ میں بقول ڈاکٹر عبدالسلام خورشید۔

"۱۸۳۶ء میں ٹائپ کے مقابلے میں لیتھو کی طباعت شروع ہوئی۔ اس طرز طباعت کے ذریعے ہاتھ سے لکھی جانے والی ہر قسم کی تحریر زیادہ بڑے سائز کے کاغذ پر اور کم قیمت پر چھپنے لگی۔ اس لئے اس طرز طباعت کو بہت قبول عام حاصل ہوگیا۔"(۲۷)

لیتھو طرز طباعت کا سلسلہ جاری تھا کہ نت نئے تجربات کی وجہ سے وٹڈائک طرز طباعت متعارف ہوئی۔ اس کے نتیجہ میں کتابت و طباعت کی حسن و رعنائی میں اضافہ ہوگیا۔ وٹڈائک طرز طباعت کے ساتھ ہی آفسیٹ طرز طباعت کو بھی فروغ ملا۔ لیکن اس کا طرز کتابت قدرے مہنگا تھا۔ کیونکہ پہلے بڑے سائز پر کتابت کی جاتی تھی اس کے

بعد پازیٹو بنا کر چھوٹا کیا جاتا تھا۔ اس عمل کے ذریعے کتابت بہت خوبصورت ہو جاتی تھی اور طباعت بھی جاذب نظر ہوتی تھی لیکن اس سارے عمل میں بہت زیادہ اخراجات آتے تھے۔

یہ طرز کتابت و طباعت اس وقت دم توڑنے لگا جب ہاتھ کی کتابت کی جگہ کمپیوٹر کمپوزنگ (نوری نستعلیق) نے لے لی۔ ابتداء میں نوری نستعلیق بھی مہنگا طرز کتابت تھا۔ لیکن کمپیوٹر کی قیمتوں میں بتدریج کمی اور نوری نستعلیق کی طرز پر ''شاہکار'' ''شیراز'' ''نظامی'' اور ''ان پیج'' جیسے نئے اور سستے پروگرام آنے کی وجہ سے یہ طرز کتابت (کمپیوٹر کمپوزنگ) ہاتھ کی کتابت سے بہتر اور ارزاں بھی ہو گیا۔ ہاتھ کی کتابت کے مقابلے میں اسے برق رفتار طرز کتاب بھی کہا جا سکتا ہے۔

اردو صحافت میں کمپیوٹر کے عمل دخل نے اسے نئی جہتوں سے ہمکنار کیا ہے۔ کتاب کے ایک صفحے کی ترتیب سے لے کر اخبار کے پہلے صفحہ سے لے کر آخری صفحہ تک' سارا اخبار کمپیوٹر کے ذریعے تیار ہونے لگا ہے اور اب تو ای میل اور انٹرنیٹ نے صحافت میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔

ہماری اردو صحافت کی مختلف جہتیں ہیں۔ ان میں سیاسی' معاشی' معاشرتی اور کھیل و ثقافت سبھی کچھ شامل ہے لیکن ان میں سے ایک اہم اور موثر جہت دینی صحافت کی ہے۔ اردو اخبارات کے ہفتہ وار دینی ایڈیشنز کے علاوہ ملک بھر میں مختلف مکاتب فکر کے افکار و خیالات کے ترویج و اشاعت کے لئے ایک ہزار سے زیادہ ہفتہ وار' پندرہ روزہ اور ماہانہ پرچے شائع ہو رہے ہیں۔ جو ملک کے معاشی' معاشرتی اور سیاسی حالات و واقعات پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اردو صحافت کی اس اہم جہت ''دینی صحافت'' کے متعلق اردو صحافت کے عام قاری کی معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں اور وہ اس قسم کی صحافت کو مسلکی اور فرقہ ورانہ صحافت سے موسوم کرتا ہے۔ اس ابہام کو دور کرنے کے لئے کہ دینی صحافت کیا ہے؟ اس کا معنی اور مفہوم کیا ہے؟ اس سلسلہ میں ملک کے مختلف صاحب الرائے افراد اور اہل علم شخصیات کی آراء معلوم کرنے کے لئے رابطہ کیا گیا۔ ان میں درج ذیل شخصیات نے دینی صحافت کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا۔

ڈاکٹر اسرار احمد کے مطابق:

''میرے نزدیک مسالک و مکاتب فکر کی بنیاد پر شائع ہونے والے رسائل کو دینی صحافت قرار دیا جا سکتا ہے۔''(۲۸)

مفتی محمد تقی عثمانی کی رائے میں:

''اگرچہ مختلف مسالک و مکاتب فکر کے تشخص کے ساتھ رسالہ نکالنا پسندیدہ نہیں' لیکن جب کوئی شخص پاکستان کی دینی صحافت کے بارے میں علمی و تحقیقی کام کرے گا تو میری رائے میں ایسے رسائل کا ذکر ضروری ہے۔''(۲۹)

محمد صلاح الدین کے مطابق:

''مختلف مسالک و مکاتب فکر کی بنیاد پر شائع ہونے والے رسائل و جرائد کو دینی صحافت قرار دیا جا سکتا ہے۔''(۳۰)

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر کے نزدیک:

"دینی صحافت کے ضمن میں مذہبی مکاتب فکر کے رسالے ضرور شامل ہوں گے ان کے بغیر یہ موضوع ادھورا رہتا ہے۔"[۳۱]

پیر محمد کرم شاہ کی رائے میں۔

"وہ رسائل جو عقائد کے میدان میں تعمیر کی بجائے تخریب کی نمائندگی کرتے ہیں ملت کو متحد کرنے کی بجائے ان میں اختلافات کو ہوا دے کر ایک دوسرے کے خلاف دست بگر بیان کرنے کے درپے ہیں، انہیں دینی صحافت میں شامل نہ کرنا ہی بہتر ہے۔"[۳۲]

ڈاکٹر مسکین علی حجازی کے مطابق:

"دینی صحافت سے مراد وہ صحافت ہے جو دین کی تعلیمات اور اس کی تبلیغ، تشریح و توجیہہ کے لئے مختص ہو، خواہ یہ کام مختلف مسالک و مکاتب فکر کے زاویہ نگاہ ہی سے ہو۔ اس کے علاوہ اخبارات میں بھی دینی کالم شائع ہوتے ہیں، جو غیر فرقہ وارانہ نوعیت کے ہوتے ہیں وہ بھی دینی صحافت کے زمرے میں آتے ہیں۔"[۳۳]

ڈاکٹر ایس ایم زمان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ:

"دینی صحافت میں وہ تمام رسائل و جرائد شامل ہیں، جو مسلک و مکاتب فکر کی بنیاد پر شائع ہوتے ہیں۔ کسی مجلّہ یا جریدہ کی پالیسی سے اختلاف رائے کیا جاسکتا ہے لیکن انہیں دینی صحافت کے دائرے سے خارج نہیں کیا جاسکتا۔"[۳۴]

جاوید احمد غامدی کی رائے میں:

"دین کی جس تعبیر کو بھی کوئی شخص اپنے فہم فکر کے مطابق صحیح سمجھتا ہے وہ اگر اس کے اظہار یا اس کی دعوت و تبلیغ کے لئے کوئی رسالہ یا اخبار نکالتا ہے تو اسے دینی صحافت ہی قرار دیا جائے گا۔ اس وقت جو مکاتب فکر مسلمانوں میں موجود ہیں، وہ اپنے اپنے نقطہ نظر کے مطابق دین کی تعبیرات ہی ہیں۔ ہم بے شک اپنی تحقیق کی بنیاد پر ان میں کسی کو غلط کہہ سکتے ہیں یا اس سے جزوی یا کلی طور پر اختلاف کرسکتا ہیں لیکن اسے دینی صحافت کے عنوان ہی سے خارج قرار دینے کا حق تو ہم بہرحال نہیں رکھتے۔"[۳۵]

مولانا گوہر الرحمان کے خیال میں:

"دینی صحافت کا کردار دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور اس کے قیام و نفاذ کی جدوجہد کرنا ہے تاکہ صالح معاشرے کی تشکیل ہو سکے۔ باقی رہی فقہی مسالک و مکاتب فکر کی بنیاد پر کام کرنے والی صحافت، تو فروعی اور اختلافی مسائل کی بنیاد پر فرقہ وارانہ تعصبات پھیلانے والی صحافت کو کس طرح بھی دینی صحافت قرار نہیں دیا جاسکتا۔"[۳۶]

ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے مطابق:

"یہ چیز بڑی واضح ہے کہ مسالک و مکاتب فکر کے نمائندہ رسائل و جرائد بھی دینی صحافت کا حصہ ہیں یہ الگ بات ہے کہ یہ دینی رسائل و جرائد بالعموم مخصوص نظریات کی ترویج کے لئے کام کر رہے ہیں۔"[۳۷]

ڈاکٹر محمد اسلم صدیقی کی رائے یہ ہے کہ:

''مسالک و مکاتب فکر کی بنیاد پر شائع ہونے والے رسائل و جرائد کے مثبت اور منفی کردار سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے ایسے تمام رسائل دینی صحافت میں شامل ہونے چاہئیں۔''(۳۸)

ڈاکٹر سفیر اختر اس سلسلہ میں کہتے ہیں۔

''اگر مسلک و مکاتب فکر کی بنیاد پر شائع ہونیوالے رسائل و جرائد' دینی صحافت کے زمرے میں نہیں آتے تو پھر کن رسائل کو دینی صحافت قرار دیا جاسکتا ہے؟ اس لئے میری رائے میں مسالک و مکاتب فکر کے ترجمان رسائل بھی دینی صحافت کا حصہ ہیں''(۳۹)

مفتی عبدالقیوم ہزاروی کے مطابق:

''مختلف مکاتب فکر کی طرف سے شائع ہونے والے رسائل و جرائد بھی دینی صحافت کا حصہ ہیں۔ کیونکہ صحافت' صحیفہ' صحف' لکھے ہوئے کاغذ کو اور سطح زمین کو اور تختی وغیرہ کو کہا جاتا ہے۔ اس لغوی معنی کی مناسبت سے ہی عرفی معنی میں یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔''(۴۰)

دینی صحافت اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی:

دینی صحافت کے متعلق عام تاثر یہ ہے کہ مروجہ اخبارات و رسائل کے مقابلے میں دینی جرائد و رسائل ملک میں فرقہ واریت اور مسلکی تشدد کو پروان چڑھا رہے ہیں۔ فروعی مسائل اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایک دوسرے کو کافر قرار دیا جاتا ہے اور اس کی آڑ میں نوجوانوں کو مشتعل کر کے دوسرے مکتب فکر کے رہنماؤں کو دینی فریضہ سمجھتے ہوئے بے دردی سے قتل کر دیا جاتا ہے۔ یہ تاثر محدود اور علاقائی سطح پر چھپنے والے چند پرچوں کے متعلق تو ممکن ہے کہ درست ہو لیکن مجموعی طور پر دینی صحافت سے وابستہ رسائل و جرائد ملک و قوم کے اتحاد و اتفاق اور قومی یک جہتی کے لئے مصروف عمل ہیں۔

بریلوی مکتب فکر کے پرچے ماہنامہ ضیائے حرم لاہور کے مطابق حکومت کے فرائض میں یہ شامل ہے کہ چاروں صوبوں میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے لئے کام کرے۔ بعض ملک دشمن عناصر' دانستہ طور پر ملکی سالمیت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ ہرگز نہ کیا جائے۔(۴۱)

دیوبندی مکتب فکر کے پرچے ماہنامہ البلاغ کراچی نے پرتشدد ہنگاموں کے خلاف اپنے اداریے میں لکھا۔

''اس وقت کراچی میں شدید ہنگامے برپا ہیں۔ حالات نزاکت کے آخری مرحلے تک پہنچے ہوئے ہیں۔ ملک کا سب سے بڑا اور بارونق شہر کراچی جسے پاکستان کا دل کہنا چاہیے کئی روز سے ویران پڑا ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ فسادات اور ہنگاموں کے خاتمے کے لئے موثر اور فوری اقدامات کرے۔''(۴۲)

اہل حدیث مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے پرچے ہفت روزہ الاعتصام لاہور نے ملکی حالات پر اپنی تشویش کا

اظہار کرتے ہوئے لکھا۔" سندھ بالخصوص کراچی میں فسادات نے جو خطرناک رخ اختیار کرلیا ہے۔ وہ انتہائی افسوسناک ہے۔ یہ اختلاف رائے سے بڑھ کر اشتعال انگیزی اوراس سے بڑھ کر باہمی تصادم تک جا پہنچے ہیں اور حالات کواس حد تک لانے میں کہیں بیرونی قوتوں کا ہاتھ تو نہیں ہے؟"(۴۳)

شیعہ مکتب فکر کے پرچے ماہنامہ "پیام عمل" لاہور نے فرقہ واریت پر تشویش کا اظہار اس طرح کیا۔" آج ہماری ناچاقی اور باہمی انتشار کا نتیجہ ہے کہ قبلہ اول دشمن کے نرغے میں ہے اور ہم کچھ کر نہیں سکتے۔ یوں تو اتحاد ہمیشہ امت کی ضرورت رہا ہے مگر اس دور میں اتحاد کی از حد ضرورت ہے ہمیں اپنے فقہی اختلافات سے بلند ہو کر یک جان ہو جانا چاہیے اور فتنہ پرداز لوگوں سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ جو سنی اور شیعہ اختلافات کو ہوا دیتے ہیں۔ مسلمانوں میں تفریق سے دشمنوں کو فائدہ پہنچا ہے اور امت مسلمہ کو نقصان ہی نقصان پہنچا ہے۔"(۴۴)

ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور نے فرقہ واریت کے متعلق لکھا۔" پوری تاریخ گواہ ہے کہ تفرقہ خاندانوں' اداروں' قوموں' جماعتوں اور سلطنتوں کی بربادی کا باعث بنتا ہے۔ فرقہ واریت کے سیلاب کی جو موجیں ہماری مسجدوں اور تنظیموں میں داخل ہو رہی ہیں۔ انہیں روکنے کی کوشش نہ کی گئی تو نہ کوئی سنی بچے گا اور نہ ہی کوئی شیعہ باقی رہے گا۔(۴۵)

دینی صحافت' جسے ہمارا مغرب زدہ طبقہ اہمیت نہیں دیتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ محدود اشاعت والے ان پرچوں کی حیثیت اور اہمیت کیا ہے۔ حالانکہ صورت حال یہ نہیں ہے۔ مختلف مکاتب فکر کے دینی رسائل کا مضبوط اور موثر حلقہ اثر ان کے ہم مسلک ائمہ کرام اور خطیب حضرات ہیں جو اپنے مسلکی رسائل میں شائع ہونے والی تحریروں کے ذریعے' ہفتہ میں ایک بار جمعۃ المبارک کے روز اپنی مساجد میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے آنے والے ہزاروں کی تعداد میں عوام الناس کو متاثر کرتے ہیں۔ اس لئے اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ عام روزنامہ اخبارات اور ہفتہ وار و ماہانہ رسائل کی طرح دینی معلومات کی تشنگی کو دور کرنے کے لئے دینی رسائل کی طرح اب روزنامہ اخبارات' ہفتہ وار اور ماہانہ رسائل بھی دینی موضوعات پر اہتمام کے ساتھ تحریریں شائع کرنے لگے ہیں۔

آج دنیا جن' معاشرتی اور سیاسی تبدیلیوں کی زد میں ہے اس سارے عالمی تناظر کو اپنے پیش نظر رکھتے ہوئے فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے لئے دینی صحافت سے وابستہ رسائل و جرائد کو درج ذیل امور کی جانب توجہ دینا ہوگی۔

☆ پاکستان اسلامی نظریاتی مملکت ہے' اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے تمام دینی رسائل باہم مل کر ایک ضابطہ اخلاق تیار کریں کہ ان کے پرچے میں پاکستان کے اساسی نظریے کے خلاف کبھی کچھ نہیں لکھا جائے گا۔

☆ پاکستان مسالک و مکاتب فکر کی بنیاد پر وجود میں نہیں آیا۔ اس لئے پاکستان کے نظریاتی تشخص اور اتحاد و سالمیت کے پیش نظر دینی صحافت سے وابستہ رسائل فرقہ وارانہ نفرتوں کے بجائے باہمی رواداری اور بھائی چارے کو فروغ دینے کی کوشش کریں گے۔

☆ پاکستان کی عمومی مطبوعہ صحافت میں جلب زر کی خاطر واقعات کو توڑ مروڑ کر اور مسخ کر کے پیش کیا جاتا ہے

جس کی وجہ سے معاشرے میں انتشار اور انار کی پھیلتی ہے اس کے مقابلے میں دینی صحافت سے وابستہ رسائل اعلیٰ دینی اقدار اور روایت کے امین ہوتے ہیں اس لئے ان روایات کو مدنظر رکھ کر عوام کی رہنمائی کا فریضہ انجام دینا چاہیے۔

☆ دینی صحافت سے وابستہ رسائل کو اپنے مسلک و مکتب فکر کے نقطہ نظر سے دینی مسائل پر ضرور لکھنا چاہیے لیکن ان تحریروں کا رنگ مناظرانہ نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ ان کا انداز علمی وفکری نوعیت کا ہونا چاہیے۔ اپنے مسلکی موقف کو جارحانہ اور مناظرانہ انداز پیش کرنے کے بجائے دلائل و براہین کی بنیاد پر قارئین کے سامنے پیش کرنا چاہیے۔

☆ دینی صحافت سے وابستہ رسائل کا دائرہ کار شہر کی جامع مسجد سے لے کر دیہات کی عام مسجد کے خطیب و امام تک ہوتا ہے اس لئے دینی رسائل کے ذریعے ہر سطح کے ائمہ وخطباً حضرات کو ایسی فکر انگیز اور بامقصد تحریریں پہنچائی جاسکتی ہیں جو اتحاد امت کا درس دیتی ہوں۔ اس سے مختلف مکاتب فکر کے علمأ میں باہمی رواداری کو فروغ دینے میں مدد ملے گی۔

دینی صحافت سے وابستہ رسائل و جرائد اپنی تحریروں میں اگر مندرجہ بالا امور کو اپنے پیش نظر رکھیں تو نہ صرف دینی حلقوں میں، بلکہ عوام الناس کی سطح پر بھی خوشگوار نتائج مرتب ہوں گے اور معاشرے میں باہمی رواداری اور ایک دوسرے کو برداشت کا جذبہ پروان چڑھے گا۔

حوالہ جات

۱۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور۔ جلد ۵، صفحہ ۵۴۵

۲۔ سرہندی وارث، علمی اردو لغت (جامع) علمی کتب خانہ لاہور۔ صفحہ ۹۷۵

۳۔ قادری، سید اقبال، رہبر اخبار نویسی، ترقی اردو بیورو نئی دہلی، صفحہ ۲۱

۴۔ قرآن مجید۔ سورۃ طٰہٰ آیت ۱۳۳

۵۔ قرآن مجید۔ سورۃ النجم آیت ۳۶

۶۔ قرآن مجید۔ سورۃ المدثر آیت ۵۲

۷۔ قرآن مجید۔ سورۃ عبس آیت ۱۱ تا ۱۶

۸۔ قرآن مجید۔ سورۃ التکویر آیت ۱۰

۹۔ قرآن مجید۔ سورۃ الاعلیٰ آیت ۱۸

۱۰۔ قرآن مجید۔ سورۃ الاعلیٰ آیت ۱۹

۱۱۔ قرآن مجید۔ سورۃ البینہ آیت ۲

۱۲۔ قرآن مجید۔ سورۃ القلم آیت ۱

۱۳۔ قرآن مجید۔ سورۃ العلق آیت ۳، ۴

۱۴۔ ندوی، مولانا ابوالجلال، انسان نے لکھنا کیسے سیکھا؟ ابوالجلال ندوی اکیڈمی، کراچی، صفحہ ۱۶

۱۵۔ ندوی، مولانا ابوالجلال، انسان نے لکھنا کیسے سیکھا؟ ابوالجلال ندوی اکیڈمی، کراچی، صفحہ ۱۶

۱۶۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، ترجمہ قرآن مجید، سورۃ القصص، ادارہ ترجمان القرآن لاہور۔ صفحہ ۹۸۸

۱۷۔ ندوی، مولانا ابوالجلال، انسان نے لکھنا کیسے سیکھا؟ ابوالجلال ندوی اکیڈمی، کراچی، صفحہ ۱۸

۱۸۔ دہلوی، انور علی، اردو صحافت اردو اکادمی، دہلی۔ صفحہ ۱۴

۱۹۔ صدیقی، محمد عتیق، ہندوستانی اخبار نویسی۔ انجمن ترقی اردو، دہلی صفحہ ۲۳

۲۰۔ ناز، ایم ایس، اخبار نویسی کی مختصر ترین تاریخ۔ سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۸۸ء

۲۱۔ صدیقی، محمد عتیق۔ ہندوستانی صحافت کے دو سو سال۔ ماہنامہ آج کل دہلی۔ شمارہ جنوری ۱۹۸۰ء

۲۲۔ دہلوی، انور علی، اردو صحافت اردو اکادمی، دہلی۔ صفحہ ۱۵

۲۳۔ دہلوی، انور علی، اردو صحافت اردو اکادمی، دہلی۔ صفحہ ۱۶

۲۴۔ دہلوی، انور علی، اردو صحافت اردو اکادمی، دہلی۔ صفحہ ۱۷

۲۵۔ خورشید، عبدالسلام ڈاکٹر، داستان صحافت، مکتبہ کارواں، لاہور، صفحہ ۱۲

۲۶۔ قادری، سید اقبال، رہبر اخبار نویسی، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی، صفحہ ۳۳

۲۷۔ خورشید، ڈاکٹر عبدالسلام، صحافت، پاک و ہند میں، مکتبہ کارواں، لاہور، صفحہ ۱۱

۲۸۔ اسرار احمد، ڈاکٹر، مدیر مسئول۔ ماہنامہ میثاق لاہور سے مقالہ نگار کی خط و کتابت

۲۹۔ عثمانی، محمد تقی مفتی، مدیر اعلیٰ، ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی سے مقالہ نگار کی خط و کتابت

۳۰۔ صلاح الدین، محمد، مدیر اعلیٰ ہفت روزہ تکبیر، کراچی سے مقالہ نگار کی خط و کتابت

۳۱۔ ظہور احمد، ڈاکٹر شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی لاہور سے مقالہ نگار کی خط و کتابت

۳۲۔ شاہ، پیر محمد کرم۔ سرپرست ماہنامہ ضیائے حرم لاہور سے مقالہ نگار کی خط و کتابت

۳۳۔ حجازی، مسکین علی ڈاکٹر، سابق صدر شعبہ ابلاغیات پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ملاقات۔

۳۴۔ زمان، ایس ایم ڈاکٹر، سابق وائس چانسلر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے مقالہ نگار کی خط و کتابت

۳۵۔ غامدی، جاوید احمد، مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''اشراق'' لاہور سے مقالہ نگار کی خط و کتابت

۳۶۔ گوہر الرحمٰن، مولانا، شیخ الحدیث مدرسہ تفہیم القرآن مردان سے مقالہ نگار کی خط و کتابت

۳۷۔ قادری، محمد طاہر، ڈاکٹر، سرپرست ماہنامہ منہاج القرآن لاہور سے مقالہ نگار کی خط و کتابت

۳۸۔ صدیقی، محمد اسلم، ڈاکٹر۔ سابق چیئرمین شعبہ مساجد، پنجاب یونیورسٹی لاہور سے مقالہ نگار کی خط و کتابت

۳۹۔ سفیر اختر، ڈاکٹر، چیف ایڈیٹر، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد سے مقالہ نگار کی خط و کتابت

۴۰۔ ہزاروی، محمد عبدالقیوم مفتی، استاد جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور سے مقالہ نگار کی خط و کتابت

۴۱۔ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور شمارہ اکتوبر ۱۹۸۵ء

۴۲۔ ماہنامہ البلاغ کراچی، شماری جنوری ۱۹۸۷ء

۴۳۔ ہفت روزہ الاعتصام لاہور۔ شمارہ ۱۷ جولائی ۱۹۸۷ء

۴۴۔ ماہنامہ پیام عمل لاہور، شمارہ مئی ۱۹۸۵ء

۴۵۔ ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور، شمارہ نومبر ۱۹۸۷